تفسیر جلالین

مولانا نور الرحمان ہزاروی
(ناظم تعلیمات جامعہ ندوۃ العلم کراچی)

''وہ کتابیں اپنے آباء کی......'' کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور مآخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ مشہور تفسیر ''تفسیر جلالین'' کا سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ ______ (مدیر)

تفسیر جلالین پر متنوع انتقادات: تفسیر جلالین پر اہل علم نے مختلف حوالوں سے زبردست نقد کیا ہے۔ جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

☆تفسیر جلالین میں اسباب نزول کے بیان میں موضوع احادیث وآثار پر اعتماد کیا گیا ہے۔

(ا) مثلاً سورۃ حج کی ان آیات: ﴿و ماأرسلنا من قبلك من رسول ولا نبيّ إلا إذا تمنىّ ألقى الشيطن في أمنيته ________وإن الله لهادِالذين آمنوا إلى صراط مستقيم﴾ کے سبب نزول میں ''غرانيق عُلى'' کا قصہ ذکر کیا گیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مکہ مکرمہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھے سورۃ النجم تلاوت فرمارہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت پر پہنچے: ﴿أفرأيتم اللّات و العزّى و منات الثالثة الأخرى﴾ تو اس کے بعد القاء شیطانی کے سبب حضور اکرم ﷺ کی زبان پر یہ شعر جاری ہوا اور ان کو پتہ نہ چل سکا:

تلك الغرانيق العلى   وإن شفاعتهن لترتجى

مشرکین نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ شعر سنا تو وہ بہت زیادہ خوش ہوئے اور کہنے لگے، اس سے پہلے انہوں نے ہمارے معبودوں کا ذکر کبھی بھلائی کے ساتھ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اسی خوشی میں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سجدہ کیا۔ بعد ازاں حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ شیطان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ صادر کئے ہیں۔ یہ بات جان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوگئے۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (تفسير الجلالين : ص ٢٨٤)

یہ قصہ بالکل من گھڑت ہے۔ اسے زنادقہ وملحدین نے افساد دین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر طعن کی غرض سے گھڑا ہے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: ''هذه القصة غير ثابتةمن جهة النقل ''، یعنی یہ قصہ از روئے نقل غیر ثابت ہے۔'' امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ جو کبار حفاظ میں سے ہیں، سے اس قصہ کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ''هذا من وضع الزنادقه ''، یعنی ''یہ زنادقہ کا گھڑا ہوا ہے۔'' انہوں نے اس قصہ سے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

امام ابوالمنصور ماتریدیؒ نے بھی اس کو موضوع قرار دیا ہے۔قاضی ابوبکر ابن العربی نے بھی اس قصہ کا انکار کرتے ہوئے اس پر از روئے نقل طعن کیا ہے۔ڈاکٹر محمد بن محمد ابوشہبہ نے اس قصہ کے از روئے نقل وعقل بطلان وعدم ثبوت پر طویل مدلل محدثانہ کلام کیا ہے۔تفصیل کے لئے دیکھیں:الإسرائيليات والموضوعات في كتب التفسير:ص ٣١٤ - ٣٢٣

(۲) اسی طرح سورۃ الاحزاب کی آیت:﴿وإذ تقول للذي أنعم الله عليه وأنعمت عليه ـــــــــ إذا قضوا منهنّ وطرا وكان أمر الله مفعولا.﴾ کی تفسیر امام محلیؒ نے ایک من گھڑت حدیث کی بنیاد پر کی ہے۔جو قتادہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زیدؓ کی غیر موجودگی میں ان کے گھر گئے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حضرت زینب بنت جحشؓ پر پڑی،جو زیب و زینت کی حالت میں تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ ہوا نے ان کے گھر کا پردہ ہٹایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان پر پڑی،وہ نہایت حسن وجمال والی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کی محبت گھر کر گئی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات کہتے ہوئے واپس لوٹ آئے:''سبحان الله العظيم ، سبحان مقلب القلوب.''حضرت زیدؓ جب گھر آئے تو حضرت زینبؓ نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور ان کلمات کی بابت بتایا۔حضرت زیدؓ گھر سے نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے آپ کی میرے گھر آمد کا پتہ چلا،آپ اندر کیوں نہیں گئے۔شاید زینب آپ کو پسند آ گئی ہیں،میں اسے چھوڑ دوں؟تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''أمسك عليك زوجك واتق الله''،یعنی''تو اپنی بیوی اپنے پاس رکھ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر۔''اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔امام محلیؒ نے اس آیت کی تفسیر اس باطل قصہ کی بنیاد پر کی ہے۔آیت کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا:وتخفي في نفسك ما الله مبديه مظهره من محبتها و أن لو فارقها زيد تزوجتها.''یعنی''اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا،یعنی آپ کی اس سے محبت کو اور اس بات کو کہ زید اس سے جدا ہو جائے تو میں اس سے نکاح کر لوں،ظاہر کرنے والا تھا۔(تفسير جلالين : ص ٣٥٥)

اس آیت کی تفسیر کی بنیاد مذکورہ بالا من گھڑت قصہ پر ہے۔یہ بھی دین دشمنوں کا وضع کردہ قصہ ہے۔عبدالرحمن بن زید بن اسلم جس سے یہ روایت مروی ہے،متہم بالکذب ہے،غرائب اور موضوعات کی روایت وحکایت کا اس پہ الزام ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے قتادہ کی روایت ذکر کرنے کے بعد فرمایا:''ووردت آثار أخرى، أخرجها ابن أبي حاتم ، و الطبري، ونقلها كثير من المفسرين، لا ينبغي التشاغل بها ، وما أوردته هو المعتمد.''یعنی''اس کے علاوہ اور آثار بھی اس بابت وارد ہوئے ہیں،جن کی امام ابن ابی حاتمؒ اور امام ابن جریر طبریؒ نے تخریج کی ہے۔اور بہت سارے مفسرین نے انہیں نقل بھی کیا ہے۔ان سے اشتغال مناسب نہیں،اس بابت میں جو روایت لایا ہوں وہی اس باب میں معتمد ہے۔''(فتح الباري: ٤٢٥/٨)حافظ ابن کثیرؒ نے بھی امام ابن ابی حاتمؒ اور امام طبریؒ کی تخریج کیے ہوئے آثار پر جو انہوں نے بعض اسلاف سے نقل کیے ہیں،یہی تبصرہ فرمایا ہے اور ان کو قابل اعتراض اور غیر صحیح قرار دیا

ہے۔(تفسیر ابن کثیر: ۲۲۵/۴)

☆اسی طرح تفسیر جلالین پر ایک انتقاد یہ بھی ہے کہ اس میں بعض آیات کی تفسیر مرجوح اقوال یا اسرائیلی روایات سے کی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ الرعد کی آیت: ﴿ویسبح الرعد بحمدہ ۔۔۔۔۔﴾ میں ''الرعد'' کی تفسیر امام سیوطیؒ نے ان الفاظ سے کی ہے: ''ھو ملك موكل بالسحاب يسوقه.'' یعنی ''رعد ایک فرشتہ ہے، جو بادلوں پر مامور ہے، یہ بادل کو ہانکتا ہے۔'' (تفسیر الجلالین: ص ۲۰۱) اکثر نقلی تفاسیر میں یہی تفسیر اختیار کی گئی ہے۔ مام احمدؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ وغیرہ حضرات نے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے کہ ''یہود نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمیں بتایئے، یہ رعد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے، جو بادلوں پر مامور ہے، اس کے دونوں ہاتھوں میں آگ کی ایک تلوار ہے، جس سے وہ بادلوں کو زجر کرتا ہے، اور انہیں جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو، ہانکتا ہے۔ تو یہودیوں نے کہا: پھر یہ آواز کیسی ہے جو ہم سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کی آواز ہے۔ تو یہودیوں نے کہا: آپ نے سچ کہا ......اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ابوشہبہ کہتے ہیں: یہ حدیث بشرطیکہ صحیح ہو، تمثیل پر محمول ہو سکتی ہے۔ مگر یہ تاویل دل کو نہیں لگتی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے ورود پر یقین نہیں آتا۔ بلکہ یہ اسرائیلی روایت ہے، جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ پھر آیت میں ''الملئكة'' کا ''الرعد'' پر عطف بھی اس کا مقتضی ہے کہ رعد، فرشتہ نہ ہو۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: الإسرائيليات و الموضوعات في كتب التفسير: ص ۲۹۵ - ۳۰۲

☆اسی طرح تفسیر جلالین پر ایک انتقاد یہ بھی ہے کہ اس میں اسرائیلی روایات بکثرت مذکور ہیں۔ مثلاً سورۃ صٓ کی آیت: ﴿ولقد فتنا سليمن و ألقيناعلى كرسيه جسد اثمّ أناب ۔۔۔۔۔﴾ کی تفسیر میں امام محلیؒ نے ایک اسرائیلی قصہ ذکر کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک عورت سے جس پر وہ عاشق تھے، شادی کی تھی، وہ عورت ان کی لاعلمی میں ان کے گھر میں بت کی پوجا کرتی تھی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کی بادشاہت چھین کر انہیں آزمائش میں ڈالا۔ ان کی بادشاہت ان کی انگوٹھی میں تھی۔ ایک بار قضائے حاجت کے ارادے سے انہوں نے انگوٹھی اتار کر حسب معمول اپنی بیوی کو دی، جس کا نام امینہ تھا۔ اس کے پاس ایک جن حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل میں آیا اور وہ انگوٹھی اس سے لے لی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جن کو جس کا نام ''صخر'' تھا، ان کی کرسی پر ڈالا، پرندے وغیرہ اس پر منڈلانے لگے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام باہر نکلے تو اپنی معمول کی ہیئت پر نہ تھے کہ ان کی ہیبت اور رعب ان کی انگوٹھی میں تھا، جو ان سے چھن چکی تھی، انہوں نے دیکھا کہ ان کی کرسی پر کوئی اور بیٹھا ہوا ہے، انہوں نے لوگوں سے بہت کہا کہ میں سلیمان ہوں، مگر لوگوں نے ان کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، کچھ دنوں بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ انگوٹھی دوبارہ مل گئی، جس کو انہوں نے پہن لیا اور کرسی پر جلوہ فروز ہوئے۔ (تفسیر الجلالین: ص ۷۸۲) یہ پورا کا پورا قصہ اسرائیلی ہے۔ جس کے جھوٹا ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ عصمت انبیاء علیہم

اسلام پر بدنما داغ ہے۔

اسی طرح سورۃ صٓ ہی کی ان آیتوں : ﴿وھل أتك نبوأ الخصم إذتسوّروا المحراب ۔۔۔۔۔۔۔ فاستغفربه وخرّ راکعاو أناب﴾ کی تفسیر میں امام محلیؒ نے ایک اسرائیلی روایت کا سہارا لیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت داود علیہ السلام نے ایک شخص کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے اور اس کی صرف یہی ایک بیوی تھی۔ اس زمانہ میں یہ بات معیوب نہ تھی۔ حضرت داود علیہ السلام نے طلاق کے بعد اس سے نکاح کر لیا اور ہمبستری کر لی۔۔۔۔۔(تفسیر الجلالین : ص ٣٨١)

یہ ایک اسرائیلی واقعہ ہے، جو زیادہ خطرناک تو نہیں کہ اس سے عصمت انبیاء پر زد نہیں پڑتی مگر اتنی بیویوں کی موجودگی میں اس طرح کا مطالبہ ایک پیغمبر کے ساتھ بالکل نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ پیغمبر عام انسانوں سے زیادہ بامروت اور باحیاء ہوتے ہیں، پھر اس مطالبہ میں جبر کا ایک پہلو بھی ہے اور دوسرے کی جبراً حق تلفی ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام کی شان سے بہت زیادہ بعید ہے۔ اس طرح کے اسرائیلی واقعات بکثرت ہیں۔

☆ اسی طرح سورۃ التوبہ کی ان آیات : ﴿ومنھم من عھد الله لئن آتنامن فضله۔۔۔۔۔۔۔۔ بما أخلفوا الله ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون﴾ کا شان نزول بعض دیگر مفسرین کی طرح امام سیوطیؒ نے ایک بدری صحابی حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاریؓ کو قرار دیا ہے۔ (تفسیر الجلالین : ص ١٦٣)

حضرت ثعلبہ بن حاطبؓ سے متعلق قصہ پر ہم ''تفسیر ابن کثیر'' کے تعارف کے ذیل میں محدثانہ کلام کر چکے ہیں۔ یہ قصہ تین حضرات سے منقول ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور امام حسن بصریؒ سے۔ حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے یہ قصہ معن بن رفاعه عن علي بن يزيد عن القاسم بن عبدالرحمن کے طریق سے مروی ہے۔ جس پر ہم نے ربیع الاوّل ١٤٢٦ھ کے شمارے میں ''تفسیر ابن کثیر'' کے تعارف کے ذیل میں تفصیلی کلام کر چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ قصہ امام ابن جریرؒ نے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے: محمد بن سعد قال : حدثني أبي قال: حدثني عمّي قال: حدثني أبي عن أبيه عن ابن عباسؓ۔ (جامع البيان : ١٠/ ١٣٠) یہ سند بالکل ساقط الاعتبار ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ مینگنی کے برابر بھی نہیں، کیونکہ یہ سند ''مسلسل بالعوفيين'' ہے اور یہ سب کے سب ضعیف ہیں۔ امام حسن بصریؒ سے یہ قصہ امام ابن جریرؒ ہی نے اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے: ابن حميد قال: حدثنا سلمة عن ابن إسحاق عن عمرو بن عبيد عن الحسن، یہ سند انتہائی ضعیف ہے۔ اور اس میں کئی علتیں ہیں: (١) ارسال، اس لئے کہ حسن بصریؒ تابعی ہیں۔ (٢) عمرو بن عبید ابوعثمان بصری معتزلی ہے، جو تباہ حال ہے۔ امام ابن معینؒ کہتے ہیں: ''لا يكتب حديثه ''یعنی'' اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔'' امام نسائیؒ نے اسے متروک اور غیر ثقہ قرار دیتے ہوئے کہا: ''لا يكتب حديثه''۔ امام ایوبؒ اور امام یونسؒ نے اس کے بارے میں کہا: ''کان یکذب ''یعنی'' جھوٹ بولا کرتا تھا''۔ امام حمیدؒ کہتے ہیں: ''کان یکذب علی الحسن. ''یعنی'' حسن بصریؒ پر جھوٹ

بولا کرتا تھا۔" فلاس کہتے ہیں: "عمرو متروك صاحب بدعة۔ "یعنی "عمرو متروک اور بدعتی ہے۔" امام ابوحاتمؒ کہتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ (میزان الاعتدال : ۲۷۳/۳-۲۸۰، تهذيب التهذيب : ۷۰/۸-۷۵) امام ابو حاتمؒ کہتے ہیں: "كان عمرو بن عبيدداعية إلى الاعتزال، ويشتم أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ويكذب مع ذلك في الحديث توهماً لاتعمداً۔" یعنی "عمرو بن عبید اعتزال کی دعوت دیتا اور صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ حدیث کے معاملہ میں بھی جھوٹ بولتا تھا مگر توہماً نہ کہ قصداً"۔ (المجروحين : ۶٦/۲)

یہ اس حدیث اور قصہ کی حقیقت ہے، جس کی بنیاد پر اکثر مفسرین بشمول امام سیوطیؒ نے ایک بدری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاریؓ کو منافقین کے بارے میں نازل ہونے والی اس آیت کا سبب نزول قرار دیا ہے۔

تفسیر جلالین اور فقہی مسائل! تفسیر جلالین میں دونوں ائمہ حضرات نے فقہی مسائل پر مشتمل آیات احکام کی انتہائی عمدہ پیرائے اور مختصر الفاظ میں تشریح کی ہے۔ کبھی کبھار اختلاف کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں، چونکہ شافعی المسلک ہیں اس لئے امام شافعیؒ کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ ترجیح کبھی اس طرح ہوتی ہے کہ امام شافعیؒ کے قول کو مقدم کر دیتے ہیں، کبھی صرف امام شافعیؒ کا قول ذکر کرتے اور اس کے راجح ہونے کا اشارہ کرتے ہیں۔ اکثر امام شافعیؒ کے مسلک پر آیات احکام کی تشریح کرتے ہیں۔ مثلاً آیت قصاص کی تفسیر کے ذیل میں امام سیوطیؒ نے فرمایا: "وبينت السنة أن الذكر يقتل بها وأنه تعتبر المماثلة في الدين فلا يقتل مسلم ولو عبداً بكافرو لو حرًا۔ "یعنی "سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام نے بیان کیا ہے کہ مذکر کو مونث کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور یہ کہ دین میں بھی مماثلت کا اعتبار ہے، لہذا مسلمان کو اگرچہ غلام ہو، کافر کے بدلہ میں قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا، اگرچہ وہ آزاد ہو۔ جب کہ احناف کے نزدیک مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح آیت تربّص: ﴿والمطلّقت يتربّصن بأنفسهن ثلثة قروء﴾ کی تفسیر میں امام سیوطیؒ نے فرمایا: "-----جمع قرء بفتح القاف، وهو الطهرأو الحيض قولان." یعنی "قروء، قرء کی جمع ہے، اس سے مراد طہر یا حیض ہے۔ اس میں دو قول ہیں۔" (تفسير الجلالين : ص ۳٤) یہاں امام سیوطیؒ نے "طہر" کو مقدم کرتے امام شافعیؒ کے قول کے راجح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح آیت رضاع: ﴿وأمّهتكم الّتي أرضعنكم﴾ کی تفسیر بھی امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق کی ہے اور کہا ہے کہ پانچ رضعات سے رضاعت ثابت ہوگی۔ (تفسير الجلالين : ص ۷۳)

تفسیر جلالین اور مباحث نحویہ وصرفیہ! امام سیوطیؒ اور امام محلیؒ دونوں حضرات آیات کی تفسیر میں بقدر ضرورت الفاظ اور جملوں کی اعرابی حیثیت ضرور بیان کرتے ہیں۔ مگر گہرائی میں بالکل نہیں جاتے، صرف اتنی مقدار پر اکتفاء کرتے ہیں جس پر آیت کا سمجھنا موقوف ہو۔ مثلاً سورۃ آل عمران کی آیت: ﴿الذين قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا لكم﴾ کی تفسیر کے ذیل میں "الذين" کی اعرابی حیثیت بیان کرتے ہوئے امام سیوطیؒ نے فرمایا: "بدل من الذين قبله أو نعت. "یعنی "الذين"، سابقہ آیت میں مذکور "الذين" سے بدل یا اس کی صفت ہے۔" (تفسير الجلالين : ص

٦٥)اسی طرح سورۃ آل عمران ہی کی آیت: ﴿شهد الله أنه لا إله إلّا هو والملئكة و أولوا العلم قائما بالقسط﴾ کی تفسیر کے ذیل میں "قائما" کی اعرابی حیثیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "----ونصبه على الحال والعامل فيها معنى الجملة أي تفرد." "یعنی "قائما" ھو ضمیر سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور اس میں عامل معنی جملہ (لا الہ الاّ ھو) کے معنی ہیں، یعنی تفرد۔" (تفسیر جلالین: ص ٤٨)

اسی طرح ان حضرات نے بقدر ضرورت بعض الفاظ کی صرفی تعلیل اور ان کی اصل بھی جابجا بیان کی ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت: ﴿فلا جناح عليه أن يطّوّف بهما﴾ کی تفسیر کے ذیل میں "یطّوّف" کی تعلیل کرتے ہوئے فرمایا: فيه إدغام التاء في الأصل في الطاء. "یعنی "اس میں تاء کا ادغام ہوا ہے، طاء میں جو اس کی اصل "یتطوّف" میں مذکور ہے۔" (تفسیر الجلالین: ص ٢٣) اسی آیت سے آگے "ومن تطوّع خيرا" میں "تطوّع" میں ایک دوسری قراءت اور اس کی تعلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: "وفي قراءة بالتحتانية وتشديد الطاء مجزوما، فيه إدغام التاء فيها." "یعنی "ایک قراءت میں یہ لفظ "یطّوّع" یاء اور طاء کی تشدید کے ساتھ ہے۔ اور "مَن" کی وجہ سے مجزوم ہے۔ اس میں "تاء" کا ادغام "طاء" میں ہوا ہے۔ جو اصل "یتطوع" میں مذکور ہے۔" (تفسیر الجلالین: ص ٢٣)

تفسیر جلالین اور قراءات قرآنیہ! تفسیر جلالین میں دونوں ائمہ مفسرین نے بکثرت مگر انتہائی مختصر الفاظ میں مختلف قرآنی قراءتیں بیان کی ہیں، مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت: ﴿من ذا الذي يقرض الله قرضاً حسناً فيضعفه له﴾ کی تفسیر کے ذیل میں امام سیوطیؒ نے "فيضعفه" میں ایک اور قراءت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "وفي قراءة فيضعّفه بالتشديد." "یعنی "ایک قراءت میں یہ لفظ تشدید کے ساتھ "فيضعّفه" ہے۔ (تفسیر جلالین: ص ٣٧) اسی طرح سورۃ آل عمران کی آیت: "ويعلّمه الكتب والحكمة----" میں "يعلمه" میں ایک اور قراءت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "بالنون والياء." "یعنی "يعلم" میں یاء اور نون دونوں طرح کی قراءتیں ہیں، یعنی يعلمه اور نعلمه۔" (تفسیر الجلالین: ص ٥١)

تفسیر جلالین اور ناسخ ومنسوخ! تفسیر جلالین میں دونوں حضرات نے آیات منسوخہ اور ان کے نواسخ کی نشاندہی بھی کی ہے۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت: ﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا وصية لأزواجهم--﴾ میں مذکور اس وصیت کے بارے میں امام سیوطیؒ نے فرمایا: "والوصية المذكورة منسوخة بآية الميراث۔ "یعنی "آیت میں مذکور خاوندوں کی اپنی بیویوں کے واسطے ایک سال کے لئے نفقہ، کسوہ اور سکنی کی وصیت کا وجوب آیت میراث سے منسوخ ہے۔" (تفسیر جلالین: ص ٣٧) اسی طرح فدیہ صوم سے متعلق آیت: ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين۔﴾ کے بارے میں امام سیوطیؒ نے ایک قول بیان فرمایا: وقيل: لا غير مقدرة، وكانوا مخيرين في صدر الإسلام بين الصوم والفدية، ثم نسخ بتعيين الصوم بقوله: فمن شهد منكم الشهر فليصمه. "یعنی "ایک قول یہ ہے کہ "یطیقونہ" سے پہلے "لا" مقدر نہیں ہے۔ اور اوائل اسلام میں مسلمانوں کو صوم اور فدیہ میں اختیار دیا گیا تھا، بعد ازاں صوم کو متعین کر کے یہ اختیار اس آیت کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا: ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ (تفسیر

الجلالين : ص ٢٦)واضح رہے کہ متقدمین کے نزدیک نسخ کے معنی میں چونکہ وسعت ہے،اس لئے ان کے نزدیک آیات منسوخہ کی تعداد پانچ سو(۵۰۰) بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔(الفوز الکبیر : ص ٥٣)اور متاخرین کے نزدیک ان کی تعداد بہت کم ہے۔چنانچہ شیخ ابن العربیؒ اور امام سیوطیؒ کے نزدیک ان کی تعداد بیس(۲۰) ہے۔(الفوز الکبیر : ص ٥٤)جب کہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک ان کی تعداد پانچ (۵) ہے۔(ا لفوز الکبیر : ص ٦٠)

تفسیر جلالین کی علمی خدمت! تفسیر جلالین کی افادیت اور مقبولیت کے باعث اہل علم نے اس پر کئی حوالوں سے کام کیا ہے۔بعض حضرات نے اس پر تعلیقات وحواشی کا کام کیا۔ان میں سب سے زیادہ اہم اور مقبول دو کتابیں ہیں:ایک شیخ سلیمان الجمل کی ''حاشیة الجمل علی الجلالین ''ہےاوردوسری کتاب ''حاشیة الصاوي ''ہے۔یہ اہل علم کے درمیان متداول ہیں۔اسی طرح اس پر''قبس النیرین ''نام کا ایک حاشیہ بھی، جسے شمس الدین محمد بن علقمی نے لکھاہے،وہ اس کی تالیف سے۹۰۲ھ میں فارغ ہوئے۔اسی طرح '' جمالین ''کے نام سے بھی اس پر ملا علی قاریؒ کا ایک حاشیہ ہے۔جلال الدین محمد بن محمد کرخیؒ نے ''مجمع البحرین و مطلع البدرین ''کے نام سے اس کی ایک شرح لکھی،جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔انہی کا ایک مختصر سا حاشیہ بھی اس پر ہے۔(کشف الظنون : ٢٣٦/١)

پیش نظر مطبوعہ نسخہ! یہ کتاب کئی جگہوں سے متعدد بار چھپ چکی ہے۔اس وقت ہمارے پیش نظر صرف ایک نسخہ ہے، جسے قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی نے چھاپا ہے۔یہ جہازی سائز نسخہ ہے۔جسے اٹھانا جان جوکھوں کا کام ہے۔اور سے مطبوعہ کی بجائے مخطوطہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔اس نسخہ کی کوئی قابل ذکر خصوصیت نہیں ہے۔اس کے قرآنی متن میں بھی جابجا اغلاط ہیں،جو اگرچہ تعداد میں کم ہیں۔البتہ اس پر ایک حاشیہ ہے، جسے تیس(۳۰) سے زائد کتب سے لے کر مرتب کیا گیا ہے۔یہ حاشیہ حل کتاب کے لئے مفید ہے۔

غرض تفسیر جلالین ایک مختصر ترین اور مفید تفسیر ہے۔مگر متعدد مقامات پر دونوں ائمہ مفسرین نے چونکہ موضوع اور ضعیف روایات کی بنیاد پر آیات کی تفسیر کی ہے۔پھر اس میں اسرائیلیات کی بھی بھر مار ہے۔بعض مقامات پر مرجوح تفسیری قول ذکر کیا گیا ہے،اس لئے قاری کو اس تفسیر پر اندھا اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔ہماری رائے کے مطابق اس کے مطالعہ کے وقت قاری کے پیش نظر تفسیر ابن کثیر،تفسیر قرطبی اور تفسیر روح المعانی ضرور رہنی چاہیئے۔اسی طرح خیر الدین زرکلی نے امام محلیؒ کے ترجمہ میں حاشیہ میں ایک اور کتاب کا ذکر کیا ہے۔جس کا نام ''قرة العینین علی الجلالین '' ہے۔یہ شیخ محمد کنعان کی تصنیف ہے۔جس میں انہوں نے تفسیر جلالین میں موجود اغلاط پر تنبیہ کی ہے۔(الأعلام للزرکلي : ٣٣٣/٥)اگر قاری کو یہ کتاب دستیاب ہو سکے تو امید ہے کہ اس سے اسے کافی بصیرت حاصل ہو جائے گی۔اور وہ بھٹکنے سے بچ جائے گا۔البتہ ہمیں یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔

☆☆☆